شذرات

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ پاکستان کے با اثر مذہبی حلقوں میں اتحاد بین المسلمین کی ضرورت کا اب شدت سے احساس کیا جا رہا ہے۔ اور بعض فرقوں کے غیر ذمہ دارانہ افراد کے درمیان وقتاً فوقتاً تشدد کے جو افسوس ناک واقعات ہو جاتے ہیں، یہ حلقے بڑی سختی سے ان کا احتساب کرنے لگے ہیں۔ مسلمان فرقوں کی باہمی منافرت اور ان میں آئے دن اس طرح کے تصادم دین اسلام کی نظر میں تو انتہائی مذموم ہیں ہی لیکن ان کی زد خود اس مملکت کی سالمیت اور استحکام پر بھی براہ راست پڑتی ہے اور ان کی وجہ سے بحیثیت قوم کے ہماری انفرادی و اجتماعی سلامتی خطرات کی آماجگاہ بنتی ہے اب وقت آگیا ہے کہ تمام مذہبی فرقوں کے ذمہ دار حضرات از خود کوئی مثبت قدم اٹھائیں، اور ملک میں اس قسم کی مذہبی فضا پیدا کریں کہ ان کے کسی غیر ذمہ دار فرد کو ایسی حرکات کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ اسلام پاکستان کے وجود اور اس کی ہئیت سیاسی کی اساس ہے اب اسے باہمی تفرقہ و انتشار کا ذریعہ بنانا اس مملکت کے ساتھ غداری کے مصداق ہے۔ آج مذہبی گروہ بندیوں کی منافرت انگیز سرگرمیوں کو اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔

حال ہی میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے جامعہ تعلیمات اسلامیہ لائلپور میں تقریر فرماتے ہوئے اس بارے میں بڑی مفید باتیں کہی ہیں موصوف نے موجودہ گروہ بندیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اسلام کے بنیادی اصول الگ ہیں اور ان کی تعبیرات الگ، بدقسمتی سے مختلف گروہوں نے تعبیرات کے اختلافات کو اسلام کے بنیادی اصولوں میں اختلافات قرار دے لیا ہے اور اس بناء پر وہ اختلاف کرنے والوں کو ایک دم اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ اس ضمن میں دوسری غلطی یہ ہے کہ اسلام کے نام سے ایک جماعت جو کام

کرنے کا پروگرام بناتی ہے وہ اس پروگرام ہی کو عین اسلام سمجھ لیتی ہے اور اس معاملے میں جو اس سے اتفاق نہ کرے اسے وہ دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیتی ہے۔ اگرچہ مولانا موصوف نے اس جماعت کا نام نہیں لیا۔ لیکن اس سے ان کا جو مقصود ہے، وہ صاف ظاہر ہے۔

اب جس طرح ایک زمانے میں کلامی و فقہی اختلافات کو اسلام کے بنیادی اصولوں میں اختلافات بنا لیا گیا اس جماعت نے سیاسی پروگراموں کے اختلافات کو یہ حیثیت دیدی ہے اور اسی سے ساری قباحتیں پیدا ہوئی ہیں قبلہ مفتی صاحب نے جس حکیمانہ انداز سے اس ناصواب رجحان کی نشان دہی کی ہے خدا کرے، جماعت مذکور اس پر غور کرنے کی ضرورت محسوس کرے۔

قومیت، اور اس سے مراد ظاہر ہے مروجہ قومیت ہے، اس کا تصور کبھی بھی ایک قوم کا آخری نظریاتی نصب العین نہیں ہو سکتا۔ ایک قوم مجبور ہے کہ وہ قومیت کے محدود تصور سے وسیع تر کوئی ایسا نظریاتی نصب العین رکھے جو ماورائے قوم ہو، اور اس سے زندگی، کائنات اور انسانیت عموماً کی بحیثیت مجموعی تعبیر ہو سکے۔

قوم کا قومیت سے بالاتر اور وسیع تر کیا نظریاتی نصب العین ہو؟ دنیائے اسلام کے دو ملکوں متحدہ عرب جمہوریت یعنی مصر اور انڈونیشیا میں یہ ذہنی کشمکش زیر سطح اور سطح کے اوپر بھی بڑے زوروں سے شروع ہے۔ انڈونیشیا میں جہاں علماء کی نھضۃ العلماء جماعت اور قوم پرستوں کا کافی زور ہے وہاں انڈونیشی کمیونسٹ پارٹی کی تنظیم بھی بڑی طاقتور ہے۔ آگے چل کر ان دونوں گروہوں میں سیاسی اقتدار کا کون مالک بنتا ہے۔ اس سوال سے قطع نظر سب سے بڑا مسئلہ آج انڈونیشیا کے سامنے یہ ہے کہ انڈونیشی ذہن اسلام کے روحانی و مادی نصب العین کو اپناتا ہے۔ یا کمیونزم کے خالص مادی نصب العین کو۔

مصر میں آج کل عرب اشتراکیت کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اس عرب اشتراکیت کو گو اس کے حامی اسلام کے معاشی نظام ہی کی ایک تعبیر بتاتے ہیں، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس کی تہ میں وہ عناصر بھی سرگرم کار ہیں، جو اشتراکیت کو اشتراکیت ہی سمجھتے ہیں۔ پچھلے دنوں مصر کی واحد سیاسی جماعت کے جلسے میں صدر ناصر سے اس بارے میں سوالات کئے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ آیا ہماری اشتراکیت روحانی ہے یا مادی۔ اس سلسلے میں صدر ناصر کی توجہ مارکسی خیالات کے حامی افراد کی طرف مبذول کرائی گئی کہ وہ عرب اشتراکیت کو کن معنوں میں پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔